OPEN ACCESS
Al-Az̤vā الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 35, Issue, 53, 2020
www.aladwajournal.com

تفسیر ماجدی میں سابقہ کتبِ سماویہ سے اخذ و استدلال کا منہج و اسلوب

Methodology and Approach to Derivate and Ratiocinate from the Previous Heavenly Books in Tafsīr Majidī

Muhammad Khubaib *(corresponding author)*
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies,
The Islamia University, Bahawalpur, Pakistan

Muhammad Afzal
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies,
Punajb University Lahore, Pakistan

KEYWORDS

Islam; Qur'ān; Heavenly Books; Tafsīr Majidī; Christian; Ratiocinate.

Date of Publication:
29-06-2020

CC BY

ABSTRACT

Tafsīr Majidī was published in the epoch when British Government ruled over Sub-Continent. In that time period Christian machineries were purposefully trying to convert people of Sub- Continent specifically Muslims to Christianity. They used to create doubts in the minds of Muslims and make them far from Islamic teachings. During that time, a young man Abdul Majid belonged to "Dryābād" became doubtful about Islamic doctrine and had been in a state of uncertainty for ten years. After 10 years, some religious books and religious figures made him to return to the Islam again. Then he decided to write the Qur'ān's interpretation so that the people like him can turn back to Islam. In his book, he denounced the objections and doubts from ancient religions, the writings of their religious books, the writings of the Jewish and Christian writers, by the investigation and other evidence of the modern era. In this tafsir of the Qur'ān, he criticized liberals and showed the injustice of the orientalists through arguments and solid evidences. He highlighted the greatness of the Qur'ānic words through compatibility and comparison between the Qur'ān and the other heavenly books.

برِّصغیر پر برٹش حکومت کے دوران عیسائی مبشرین نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی سعی کی جنہیں انگریز حکومت کی اشیر باد حاصل تھی۔ دوسری طرف کالجز میں عیسائی اساتذہ نے فلسفہ کے نام پر طلباء و طالبات کو مذہب سے الحاد کی جانب مبذول کرانا شروع کیا تو مذہبِ اسلام پر دلجمعی اور عیسائی مبشرین و مستشرقین کے شکوک و شبہات کے جواب دینے کے لیے انہیں کی مذہبی کتب سے استدلال کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرنے کا رجحان پیدا ہوا اور اِس منہج و اسلوب پر لکھی جانے والی کئی تفاسیر منظرِ عام پر آئیں، جن میں ایک اہم تفسیر تفسیر ماجدی ہے، جسے مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۷ء) نے تصنیف کیا۔

تعارفِ مؤلف

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ ۱۶ شعبان ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۶ مارچ ۱۸۹۲ء دریاباد میں پیدا ہوئے۔[1] آپ کے دادا مفتی مظہر کریمؒ شاہجہاں پور کی عدالت میں سر رشتہ دار (اس وقت کا ایک خاص معزز عہدہ) تھے۔ ۱۸۵۷ء کی مشہور انگریز مسلم ہنگامہ آرائی کے خاتمے پر آپ پر مقدمہ چلا کہ باغیوں کی کمیٹی انہیں کے مکان پر ہوتی تھی۔ لہٰذا نو سال کالے پانی یعنی جزیرہ انڈمان کی سزا سنا دی گئی لیکن سات سال بعد ۱۸۶۵ء میں وطن واپس آ گئے اور عبادت اور فتاویٰ نویسی میں مشغول ہو گئے۔[2] آپ کے والد محترم مولوی عبد القادر (۱۸۴۸ء۔ ۱۹۱۲ء) نہایت نیک اور پختہ مسلمان تھے۔ نماز و روزہ اور تلاوتِ قرآن مجید کے پابند اور شیریں زبان رکھتے تھے۔[3] آپ کی والدہ ماجدہ بی بی نصیر النساء (۱۸۵۲ء۔ ۱۹۴۱ء) بھی نیک مزاج، ہمدرد، غریب پرور، فیاض، نماز و روزہ کی پابند اور شوقِ عبادت میں اپنی نظیر آپ تھیں۔[4]

والدین نے زمانہ کے تقاضہ کے مطابق صاحبزادہ کو فارسی تعلیم گھر پر دلا کر انگریزی اسکول میں داخل کرا دیا۔ سیتا پور ہائی سکول سے ۱۹۰۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسکول میں عربی اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھی۔ استاد اچھے اور شفیق ملے۔ انہوں نے شفقت سے پڑھایا اور مولانا نے توجہ سے پڑھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسکول میں عربی زبان میں خاصی استعداد ہو گئی جس کو بعد میں اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر لکھنے کے قابل ہو گئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے کنگ کالج لکھنو میں داخلہ لیا اور وہاں سے ایف۔ اے اور بی۔ اے کے امتحانات پاس کیے۔ کالج میں ان کے خاص اور دلچسپی کے مضامین انگریزی، منطق اور فلسفہ تھے۔ یہ مضامین انگریز اساتذہ سے پڑھے اور مل کا فلسفہ زیر مطالعہ آیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا میلان الحاد کی جانب ہو گیا، جس کے اثرات اُن کی طبیعت پر کئی سال رہے۔ اس جوش اور جذبہ کے تحت انہوں نے فلسفہ اور نفسیات پر کئی کتابیں لکھیں اور دوسری زبانوں سے

ترجمہ کیں۔ ان میں مبادی فلسفہ (۲ جلدیں)، فلسفہ جذبات، فلسفہ اجتماع، مکالمات برکلے (ترجمہ) اور تاریخ یورپ (ترجمہ) بہت مشہور ہیں۔(5)

پھر محمد علی لاہوری کی انگریزی تفسیر(6) اور مولانا شبلی کی "سیرۃ النبیؐ" کے مطالعہ سے راہِ راست ملی۔(7) الہ آباد کے نامور شاعر اکبر اور نامور رہنما مولانا محمد علی کی کوششیں بھی کارگر ثابت ہوئیں۔(8) پھر مولانا عبد الاحد کسمنڈوی اور مولوی عابد حسین فتح پوری سے استفادہ کرتے رہے۔ جولائی ۱۹۲۸ء میں حضرت تھانویؒ تک رسائی ہوئی اور خوب کسب فیض کیا اور کتبِ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کا مطالعہ کیا۔(9) ۱۹۰۴ء میں مولانا نے مضمون نگاری شروع کر دی اور "اودھ اخبار" لکھنو میں لکھنا شروع کیا اور پھر ماہنامہ "الناظر" اور "معارف" میں لکھتے رہے۔ لیکن اپنی باقاعدہ صحافتی زندگی کا آغاز "سچ" سے کیا۔ پھر یہ رسالہ "صدق" اور "صدق" سے "صدقِ جدید" تک ہوتا ہوا آپ کی آخری زندگی تک جاری رہا۔(10) آپ کو عربی زبان کی خدمات کے سلسلے میں صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۹۶۶ء کو سندِ اعزاز پیش کی گئی اور ۳ مارچ ۱۹۷۶ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری پیش کی گئی۔(11)

مولاناؒ نے تفسیر ماجدی اردو و انگریزی کے علاوہ قرآنیات پر چند اہم کتب تصنیف کیں۔ جن میں حیوانات قرآنی، جغرافیہ قرآنی، قرآنی شخصیات، سیرت نبوی قرآنی اور بشریتِ انبیاء لائق ذکر ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ مولاناؒ اعدادِ قرآنی، نباتاتِ قرآنی اور جماداتِ قرآنی پر بھی کتابیں تحریر کرنا چاہتے تھے لیکن وقت اور حالات کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکیں۔(12)

حکیم عبد القوی دریابادی "صدقِ جدید" ۱۴ جنوری ۱۹۷۸ء میں مولاناؒ کی وفات پر "حادثۂ وفات" کے نام سے ایک مضمون لکھتے ہیں کہ کل تک زبان و قلم جسے مدظلہٗ کہنے اور لکھنے کے خوگر تھے آج اس کو مرحوم اور رحمۃ اللہ لکھنا اور کہنا پڑ رہا ہے۔ مولاناؒ ۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو ۸۵ سال کی عمر میں دنیا فانی کو الوداع کہہ گئے۔(13)

تفسیر ماجدی کا تعارف و منہج

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے دسمبر ۱۹۴۱ء میں قرآن کے انگریزی ترجمہ کی تکمیل کے بعد اردو ترجمہ و تفسیر تصنیف کرنا شروع کیا۔ جس کو بمقام دریاباد، بارہ بنکی دوشنبہ ۱۸ رجب ۱۳۶۳ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۴۴ء میں اکیاون برس کی عمر میں مکمل کیا۔ یوم دوشنبہ ۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۶۷ھ / ۲۲ مارچ ۱۹۴۸ء میں ترجمہ و تفسیر کی نظر ثانی سے فراغت پائی اور نظر ثالث کی تاریخ یک شنبہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ / ۱۶ ستمبر ۱۹۵۰ء ہے۔ تفسیر ماجدی کو پہلی مرتبہ اگست ۱۹۵۲ء میں تاج کمپنی کراچی نے مکمل شکل میں شائع کیا۔ جو ۱۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں تحت

السطور اردو ترجمہ ہے اور اطراف میں حواشی پر تفسیر ماجدی ہے۔[14] مزید ترمیم و اضافہ کے ساتھ ۱۹۹۸ء میں "مجلس نشریاتِ قرآن" کراچی نے پہلی بار شائع کیا اور انڈیا میں بھی یہ ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن ندوۃ العلماء لکھنو کی "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام" نے چار جلدوں میں شائع کیا۔

مولانا نے جس محنت اور تحقیق سے اپنی تفسیر میں مستند مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے، اس سے جہاں ان کی دیدہ ریزی اور سعی و کاوش کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ان کی یہ احتیاط بھی سامنے آتی ہے کہ وہ کلام اللہ کی ترجمانی میں جمہور اہل سنت کی روش سے کہیں بھی گریزاں نہیں ہیں۔ فنِ لغت، لغت القرآن، اعراب القرآن اور علوم القرآن کی امہات کتب مثلاً الجمہرۃ فی اللغۃ، کتاب الاضداد، کتاب الاجناس، لسان العرب، المفردات فی غریب القرآن، مشکلات القرآن، مفردات القرآن، النہایۃ فی غریب الحدیث والتنزیل، اعراب القرآن، مجاز القرآن، الاتقان فی علوم القرآن، البرہان فی علوم القرآن وغیرہ مآخذ سے براہ راست استفادہ کرتے ہیں۔ عربی تفسیروں کا تقریباً سارا سرمایہ ان کے سامنے رہا۔ فقہی تفسیروں میں امام ابو بکر جصاصؒ اور قاضی ابو بکر محمد بن العربیؒ کی "احکام القرآن" اور ملا جیونؒ کی "التفسیرات احمدیۃ" ان کا خاص مرجع ہیں۔ ان کے علاوہ وہ اردو کی اہم تفسیروں سے استفادہ کرتے رہے، جن میں وہ مولانا تھانویؒ کی "بیان القرآن" سے سب سے زیادہ متاثر ہیں۔[15]

مولاناؒ کی اردو انگریزی تفسیریں دقتِ نظر، وسعتِ مطالعہ، قرآن فہمی، تدبر فی الآیات، تمسک بالسنہ اور اجتہادی نظر کا ایک جیتا جاگتا کارنامہ ہیں اور بیک وقت قدیم وجدید تفاسیر کی روح اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔[16] اس سے آپ کے دلنشین اسلوب، منطقی طرزِ استدلال اور جوشِ بیان روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ گونا گوں ادبی محاسن نے اس تفسیر کو ایک خاص امتیاز عطا کیا ہے۔[17]

تفسیر ماجدی کے منہج کو نکات کی شکل میں مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

☆ تفسیر ماجدی کا ترجمہ آسان، سلیس اور سادہ ہے جس میں ادبی چاشنی نظر آتی ہے مثلاً آیت "فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا"[18] کا ترجمہ کرتے ہیں "اس نے یقیناً ایک بڑا گناہ سمیٹا"۔ پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ 'گناہ سمیٹا' کا محاورہ خاص اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ہے۔[19] اسی طرح آیت "وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ"[20] کا ترجمہ "اور یقیناً یہ (بالکل) جھوٹے ہیں" کرتے ہیں اور حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ "لَكَاذِبُونَ" میں "ل" تاکید کا ہے۔ ترجمہ میں اسی لئے "بالکل" بڑھا دیا ہے۔[21]

☆ مولانا عبد الماجد دریابادیؒ تفسیر ماجدی میں جدید و قدیم مفسرین سے استفادہ اور اقتباسات ذکر کرتے ہیں جو اصل مصادر سے با آسانی مل سکتے ہیں۔

☆مولانا نے فقہی مسائل میں یہ منہج اختیار کیا ہے کہ جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں فقہہ حنفی کے مطابق مسائل بیان کر دیتے ہیں لیکن دوسرے مذاہب فقہہ پر بہت کم تنقید کرتے ہیں۔ عام طور پر فقہی مسائل سے احتراض ہی برتتے ہیں۔ خود لکھتے ہیں کہ تفسیری حصہ میں فقہیات مَیں نے بڑی حد تک بیان القرآن (حضرت تھانویؒ) سے لی ہیں۔[22] مثلاً آیت "وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ"[23] کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ بلوغ کی عمر حنفیہ کے ہاں لڑکے کے لئے ۱۸ سال اور لڑکی کے لئے ۱۷ سال کی رکھی گئی ہے۔[24]

☆ تجدّد پسندوں پر نقد کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ"[25] کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یہ طنز آپؐ کے پکے اور سچے ساتھیوں پر ہے اور یہی سنت آج تک چلی آرہی ہے، ''ترقی پسندوں، روشن خیالوں اور اہل تجدد'' کے ہاں سے آج بھی رجعت پسند، جمود پسند، تاریک خیال وغیرہ کیسے کیسے القابات خالص و مخلص اہل ایمان کو عطا ہوتے رہتے ہیں![26]

☆مولانا دریابادیؒ مفسرین کی بعض تعبیرات سے اتفاق نہیں کرتے اور اپنی تعبیر کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ"[27] کی وضاحت میں ذکر کرتے ہیں کہ آیت کے اس جزو کو فرقہ خوارج نے بار بار پیش کیا ہے۔ اس سے اپنا بڑا کام نکالنا چاہا ہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اسی آیت کو پیش کر کے پھیلائی تھی اور آج بھی ایک گروہ ہر انسانی اور مادی حکومت کو اسی آیت کے ماتحت ''غیر اسلامی'' حکومت قرار دے کر اس سے کسی قسم کا تعاون ناجائز بلکہ حرام ٹھہراتا رہا ہے۔ سباقِ قرآنی پر ادنیٰ غور و تأمل سے بھی پتا چلتا ہے کہ آیت کو اس بحث سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ سباق تمام تر حکومت تکوینی و ارسال آیات و معجزات کا ہے۔[28]

☆قرآنی الفاظ کی فنی باریکیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي "[29] (تو اے ہامان میرے لئے مٹی کو آگ میں پکا، پھر میرے واسطے ایک بلند عمارت بناؤ۔) کی شرح بیان کرتے ہیں کہ یہاں فرعون کی زبان سے یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ ہامان، میرے لئے پتھر کی عمارت تیار کر یا اینٹ پتھر وغیرہ کسی چیز کی تصریح ہی نہ کرتا۔ لیکن نہیں، قرآن کو تو علم صحیح کی بے شمار مثالوں میں سے ایک اور مثال پیش کرنی اور اپنے دعویٰ اعجاز پر ایک اور دلیل قائم کرنی تھی۔ مصری قوم اینٹوں ہی کے کام کے لئے مشہور تھی۔ یہاں تک کہ اس کی مشہور عمارتیں بھی پتھر کی نہیں، اینٹ ہی کی ہیں۔[30]

☆الفاظ کی لغوی تشریح بڑی وضاحت سے کرتے ہیں۔

☆ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے خوب استفادہ کرتے ہیں اور بکثرت ان کی تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں۔

☆عارفانہ اور صوفیانہ اقوال نقل کرتے ہیں۔ صوفیانہ نکات اکثر مولانا تھانویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔
☆مولانا کلامی مسائل پر تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔
☆مولانا روم، خسرو، علامہ اقبال اور اکبر الہ آبادی کے اشعار کا بھی مناسب موقع پر اضافہ کرتے ہیں۔
☆عصری فلسفوں پر عالمانہ نگاہ رکھتے ہیں اور ان کا بہ حسنِ خوبی رد کرتے ہیں۔
☆افراط و تفریط کے شکار مسلکوں اور باطل افکار و نظریات ورجحانات کا ابطال کرتے ہیں۔
☆جدید علوم و معارف سے براہ راست تعلق کی بنا پہ عصری رجحانات کا جائزہ لیتے ہیں۔
☆مذاہبِ ثلاثہ یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان موازنہ پیش کر کے اسلام کی حقانیت واضح کرتے ہیں۔
☆مستند حوالہ جات کا استعمال کرتے ہیں۔
☆قرآن مجید کے متن میں آنے والی ہر شخصیت کا تعارف کرواتے ہیں۔
☆حسب ضرورت تفسیر سے متعلقہ تاریخ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور جغرافیائی تحقیق بھی کرتے ہیں۔
☆اردو تفسیر میں جگہ جگہ انگریزی تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں کہ مزید تفصیل کے لئے انگریزی تفسیر ملاحظہ کریں۔

سابقہ کتبِ سماویہ سے اخذ و استدلال میں تفسیر ماجدی کا منہج

تفسیر ماجدی پہلی تفسیر ہے جس میں خود قدیم اقوام و مذاہب کے صحیفوں، ان کی مذہبی کتابوں، یہودی اور عیسائی مصنفین کی تصانیف، دورِ جدید کی تحقیقات اور دوسرے آثار و شواہد سے کلام مجید کے بیانات پر مستشرقین کے بعض تاریخی اعتراضات کی پوری تردید ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آیات تشابہات پر جو اعتراضات ہو سکتے ہیں ان کی ایسی لطیف تشریح کرتے ہیں کہ یہ اعتراضات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔ غرض ہر پہلو سے تفسیر ماجدی نہایت جامع اور محققانہ تفسیر ہے اور اس میں دینداروں اور عقل پرستوں دونوں کی تشفی کا پورا سامان موجود ہے۔(31)

مولاناؒ لکھتے ہیں کہ لازم ہے کہ جدید مفسر و شارح تاریخ اقوام پر بھی نظر رکھتا ہو اور جغرافیائی عالم پر بھی۔ یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور عرب و نواحِ عرب کے شرکیہ مذاہب سے بھی فی الجملہ واقفیت رکھتا ہو اور جدید سائنس کے مختلف شعبوں سے بھی مطلقاً بے بہرہ نہ ہو۔(32)

یہ مولانا ماجدیؒ کا ہی طرۂ امتیاز ہے کہ انہوں نے وقتِ حاضر کی معیاری و مستند اور مخالفین و مستشرقین کے مواد سے اسلامی نظریات کا تقابل کر کے ان کا کھوکھلا پن ثابت کیا ہے[33] اور اس سلسلے میں انہوں نے عبرانی زبان بھی سیکھی۔ اس انفرادی خصوصیت میں ان کا کوئی بھی شریک نہیں۔[34]

روشن خیالوں پر نقد

مولانا ماجدیؒ کے نزدیک روشن خیالی سے مراد:

"روشن خیالی اور تجدد نوازی جو دوسرا نام ہے، جاہلیتِ فرنگ سے مرعوبیت کا۔"[35]

مولانا مغرب زدہ مسلمانوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ مسیحیوں کے طرزِ تحقیق کی ناپختگی بھی ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ"[36] کی تفسیر کرتے ہوئے تورات، انجیل، تاریخ، روایت اور درایت سے تحقیقی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہود وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو موقع تحقیر و اہانت میں بیان کرتے ہیں اور مسیحی بعینہٖ اسی واقع سے آپ علیہ السلام کی عظمت پر دلیل لاتے ہیں لیکن نفسِ عقیدہ بہر حال دونوں میں مشترک ہے اور بڑے تاسف اور قلق کا مقام ہے کہ آج بیسویں صدی عیسوی میں بعض "مسلمان" فرقے بھی اسی گمراہی کی طرف واپس جا رہے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ وفات مسیحؑ کے اس باطل اور خلافِ تحقیق عقیدہ کو "روشن خیالی" کا تمغہ اور تحقیق کا پروانہ سمجھ رہے ہیں![37]

آیت "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ"[38] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غضب الٰہی کا ذکر آسمانی نوشتوں تورات و انجیل وغیرہ میں صراحت کے ساتھ ہے۔ توریت میں ہے کہ:

"اب تو مجھ کو چھوڑ کہ میرا غضب ان پر بھڑکے اور میں انہیں بھسم کر دوں۔"[39]

نیز خروج ۳۲: ۱۲۔۱۳، استثناء۹: ۲۰۔۲۱، متی ۳: ۸۔۱۰ اور مکاشفہ ۱۵: ۱۹ وغیرہ۔ حیرت ہے کہ بعض جدید اہل قلم نے مسیحی پادریوں کے دجل و تلبیس سے متاثر بلکہ مرعوب ہو کر اسلام میں غضب الٰہی کے وجود ہی سے انکار کر دینا چاہا ہے۔ گویا حق سبحانہ و تعالیٰ ان کم فہموں کے خیال میں ایک بڑے پیمانہ پر کوئی سادھو، سنیاسی اور مہاتما ہیں کہ جو بدبخت چاہے، ان کے بنائے اور اتارے ہوئے قوانین کو، جو سرتاپا بندوں ہی کے نفع و مصلحت اور فلاح و بہبود کے لئے ہیں، آزادی و بے تکلفی سے توڑتا پھوڑتا اور چیرتا پھاڑتا رہے۔ پادریوں کے اعتراض کی اصل و بنیاد ہی غلط ہے۔ انہوں نے غضب الٰہی کو بھی قیاس کیا انسانی غصہ اور طیش پر جو نتیجہ ہوتا ہے نفس کی ایک انفعالی کیفیت کا۔۔۔ اس کا غیظ و غضب درحقیقت تتمہ اور ضمیمہ ہے اس کی رحمت بے حساب کا اور لازمی نتیجہ ہے اس کی شفقت بے کراں کا۔[40]

مستشرقین کی سیاہ کاریوں پر ضرب

برصغیر میں چونکہ روشن خیالی اور تجدّد نوازی کی صورت میں عام ہونے والے خیالات و نظریات کے پیچھے مستشرقین ہیں، اس لئے براہ راست مستشرقین پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔ مثلاً آیت "وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ"(41) کی وضاحت کرتے ہیں کہ وہ اسرار و تعلیمات جو تمہاری مقدس کتابوں اور آسمانی صحیفوں میں محفوظ ہیں مثلاً آخری نبی کی بشارتیں اور علامتیں۔ یہود جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو قائل کرتے کہ تم اپنے ہاں کی پیشین گوئیاں اور خاص تعلیمات مسلمانوں پر کیوں ظاہر کرکے خواہ مخواہ ان کے ہاتھ میں ہتھیار اپنے خلاف دے دیتے ہو۔ انہیں معلومات سے وہ ہمیں قائل کرتے ہیں۔ یہی دلائل وہ ہمارے تمہارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ گویا یہ احمق یہ سمجھ رہے ہیں کہ رسول اسلامؐ اور پیروانِ اسلام کو جو کچھ بھی علم ہو گا محض انہیں کے بتانے ہی سے ہو گا اور بس اس کے سوا ان پر علم و معلومات کے کل دروازے بند ہیں۔ یہ جہل مرکب بالکل اسی طرح کا ہے جس میں آج سارا فرنگستان مبتلا ہے۔ یہ لوگ قرآن مجید پر جب تبصرہ کرنے بیٹھتے ہیں تو اس مفروضہ کو بنیاد کار بنا لیتے ہیں کہ قرآن میں مذکور علوم وفنون یہود کی توریت مروّجہ، مسیحیوں کی انجیل مروّجہ اور اسی طرح کے دوسرے انسانی ذرائع ہی سے ماخوذ ہیں۔(42)

آیت کریمہ "هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ"(43) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ”عہدِ عتیق و جدید والے یہودی و نصرانی مذہبیوں سے سوال ہے کہ ان کی تمام کتب و اسفار میں کون سی تعلیم زن و شو کے باہم تعلق، محبت و اعتماد سے متعلق باب میں اس درجے کی ہے؟“(44)

آیتِ کریمہ "وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ"(45) کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ تعداد میں قلیل اور قوت وشوکت میں ضعیف و مضمحل جن مسلمانوں کو جہاد و قتال پر آمادہ کرنے کے لئے قرآن مجید کو اس تفصیل و اہتمام سے کام لینے کی ضرورت پیش آرہی ہے ان کی بابت اسلام کے مشہور و معروف کرم فرما اور مسیحی دنیا کے نامور مورخ و سیرت نویس پروفیسر مارگولیس کا یہ قول کس قدر ”سچائی“ اور ”دیانت“ سے لبریز ہے کہ (نعوذ باللہ) ”محمد نے اپنے شورش پسند پیرووں کو مشغول کار رکھنے کے لئے انہیں جہاد میں لگا دیا۔“ گویا کمزوروں کا زور آوروں کے سامنے اپنی جانیں دینے کے لئے آنا، شکار کی قسم کا کوئی مشغلہ سیر و تفریح تھا!۔ دین کے دشمنوں پر یہ بھی اللہ کی کیسی پھٹکار ہے کہ عقلیں بھی مسخ ہو جاتی ہیں۔“(46)

قصص القرآن پر اعتراضات کا رد کرتے ہوئے مولانا ماجدیؒ مغربی علمی مجلات میں شائع ہونے والی تاریخی و جغرافیائی تحقیقات، جیوش انسائیکلوپیڈیا اور بائبل کی روایات پر نقد کرتے ہوئے قرآنی قصص کی صداقت ثابت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں مغربی مصنفین کی کتب مثلاً Hasting کی Encyclopaedia of Religion and Ethics، Sehigman کی Encyclopaedia of Social Sciences کے علاوہ Historian سلسلہ کی History of the World اور Hummerton کی Universal History of the World کے بکثرت حوالے دیتے ہیں۔

توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال

مولانا نے یہ منہج اپنایا ہے کہ جہاں کہیں بھی توحید کے اثبات یا شرک کے ابطال پر آیات آتی ہیں، وہاں مختلف انداز سے کبھی بائبل سے اثبات وابطال کرتے ہیں، کبھی مغربی مفکرین کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ"(47) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ توریت میں توحید کے اثبات اور شرک کی ممانعت پر بے شمار دلائل ہیں۔ صرف دو ایک مقام بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :

"میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہوئے، تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا۔ تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ ان کی عبادت کر۔"(48)

"میرے آگے تیرا دوسرا خدا نہ ہووے، تو اپنے لئے تراشی ہوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا، تو انہیں سجدہ نہ کر نہ ان کی بندگی کر۔"(49)

سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔"(50)

توریت تو خیر تاکیدِ توحید و ممانعت شرک سے لبریز ہی ہے۔ انجیل میں بھی یہ تعلیم نہایت خوبصورت انداز میں موجود ہے :

"تو خداوند خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔"(51)

کچھ پرستش خدا کی اور کچھ پرستش میں فرزندِ خدا اور روح القدس کی شمولیت کا انجیل میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔(52) موجودہ انجیلیں اپنی تثلیثی شرک کے باوجود توحیدی تعلیم کو مٹا نہ سکیں :

"یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دور ہو، کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر، تب ابلیس اس کے پاس سے چلا گیا اور دیکھو فرشتے آکر اس کی خدمت کرنے لگے۔"(53)

آیتِ کریمہ "وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ"(54) کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ:

"نعمتیں تو بہت سی قوموں کو اپنے اپنے وقت میں نصیب رہ چکی ہیں۔ کلدانیہ، مصر، ہندوستان، ان سب ملکوں کا تمدن اپنے زمانہ میں، اسرائیلیوں سے قبل عروج پر رہ چکا ہے اور تاریخ کا بیان ہے کہ ان قوموں کا دنیوی جاہ و حشم اسرائیلیوں سے کچھ بڑھ چڑھ کر ہی رہا ہے پھر آخر قوم اسرائیل کی وہ مخصوص فضیلت کیا تھی؟ تاریخ کی زبان سے جواب ایک ہی ملتا ہے کہ اللہ کی اعلیٰ ترین نعمت توحید تھی۔ موجودہ یہود کو بھی اپنے اسلاف کی یہ امتیازی حیثیت یاد ہے۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ بنی اسرائیل پر خاص فرض عائد ہوا تھا کہ توحید باری کی دعوت دیتے رہیں۔ آفتاب پرستی، ماہتاب پرستی اور کواکب پرستی کے خلاف جہاد کرتے رہیں۔ سیاسی قوموں میں سب سے پہلے عبرانیوں ہی کی رسائی اپنے انبیاء کی تعلیم سے توحید باری تک ہوئی۔ مسیحی فرنگی مؤرخین نے بھی اسی تاریخی حقیقت کا اعادہ کیا ہے ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے کہ دینِ توحید کی بنیاد بنی اسرائیل میں ہی پڑی۔(55)

احقاقِ حقائق اور باطل نظریات کا رد

مولانا حق بات کو واضح کرتے ہیں اور باطل نظریات کا تفصیلاً رد کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ"(56) (جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں، حرام کے بڑے کھانے والے ہیں) کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یہ وصف یہود کے خواص اور اکابرین سے متعلق ہے جو رشوت اور نذرانے لے کر غلط احکام بتانے اور مسائل کو مسخ کرنے کے عادی مجرم تھے، حالانکہ ان کو عدل پر قائم رہنے اور رشوت نہ وصولنے سے متعلق حکمِ الٰہی تھا کہ:

"اپنے سارے فرقوں میں قاضی اور حاکم مقرر کی جیو۔ وہ انصاف سے لوگوں کی عدالت کریں۔ عدالت میں مقدمہ مت بگاڑیو۔ طرفداری نہ کی جیو اور نہ رشوت لی جیو کہ رشوت دانشمند کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادق کی باتوں کو پھیرتی ہے۔"(57)

لیکن انہی بزرگوں نے تالمود میں احکام یہ جاری کر دیے تھے کہ جب کسی مقدمہ میں ایک فریق اسرائیلی ہو اور دوسرا غیر اسرائیلی تو اگر اسرائیلی کے موافق فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق ہو سکتا ہے تو وہی کر دو۔ اور یہ کہہ دو کہ یہی ہمارا قانون ہے اور اگر اس کے موافق فیصلہ غیر اسرائیلی قانون کے مطابق ہو سکتا ہو تو یہی کر دو اور غیر اسرائیلی سے کہہ دو کہ تمہارے ہاں کا ضابطہ یہی ہے اور اگر ایسا فیصلہ دونوں ضابطوں میں سے کسی ضابطہ سے بھی نہ ہو رہا ہو تو کسی حیلہ سے کام لو۔[58]

حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لیے دعا کے آخری الفاظ "اِنَّکَ سَمِيْعُ الدُّعَآء"[59] کی تشریح و توضیح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر بار بار زور دینا مادی اور نیچری عقیدہ کے لوگوں کے رد میں ہے جو واقعات کو تمام تر اسباب ظاہری ہی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور ارادہ حق تعالیٰ کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ انجیل میں ہے:

"ایک کاہن زکریا نام کے تھے جن کی بیوی الیشبع اولادِ ہارون سے تھی جو بانجھ ہونے کی بنا پر اولاد سے محروم تھی اور یہ دونوں عمر رسیدہ بھی تھے۔"[60]

قرآنی بیان و احکامات کی بائبل سے مطابقت

مولانا ایک ہی بات یا حکم کے متعلق قرآنی الفاظ اور بائبل کے الفاظ میں جہاں بھی مطابقت ہوتی ہے وہ پیش کرتے ہیں۔ مثلاً آیت "وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ"[61] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تحریف و تبدل کے باوجود بائبل میں مندرج ہے:

"خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے۔"[62]

"تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو۔"[63]

"جب اسرائیل لڑکا تھا میں نے اس کو عزیز رکھا اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا۔"[64]

"جتنوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا۔"[65]

"جتنے خدا کی روح کی ہدایت سے ملتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔"[66]

ایک جگہ آیتِ کریمہ "قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى "[67] کی تورات سے مطابقت دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تورات میں اسی مقام پر ہے:

"فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے کہ میں اس کی آواز سنوں کہ بنی اسرائیل کو جانے دوں؟ میں خداوند کو نہیں جانتا اور نہ میں بنی اسرائیل کو جانے دوں گا۔"[68]

آیتِ کریمہ "كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ"(69) کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ تورات میں تو آج تک یہ لکھا چلا آرہا ہے:

"وہ سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے لئے ہیں میں نے ان سب کو تمہارے لئے نباتات کی مانند تمہیں دیا ہے۔"(70)

موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو فرعون کی طرف دعوتی مہم پر روانہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرمان "قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰی"(71) کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ تورات میں اس موقع پر ہے :

"وہ بولا یقیناً میں تیرے ساتھ ہوں۔"(72)

آیت "وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ"(73) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے ملتا جلتا ایک فقرہ توریت میں بھی موجود ہے:

"وہ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے کہ ان کی آنکھیں پسیسی گئیں، سو وہ دیکھتے نہیں اور ان کے دل بھی، سو وہ سمجھتے نہیں۔"(74)

آیت "لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ"(75) کی توضیح میں رقمطراز ہیں کہ ایک مضمون توریت میں اس سے ملتا جلتا ملتا ہے :

"بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو۔ بنی اسرائیل نہیں جانتے، یہ لوگ کچھ نہیں سوچتے۔"(76)

آیت "اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی"(77) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شریعت موسوی کی جو تصریحات اس باب میں درج ہیں وہ قابل ملاحظہ ہیں :

"اور وہ جو انسان کو مار ڈالے گا، وہ مار ڈالا جائے گا۔"(78)

"اور جو انسان کو مار ڈالے، جان سے مارا جائے۔"(79)

"توڑنے کے بدلہ توڑنا، آنکھ کے بدلہ آنکھ، دانت کے بدلہ دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے، اس سے ویسا ہی کیا جائے۔"(80)

قرآنی بیان کا بائبل کے بیان سے تقابل

مولانا بعض مقامات پر قرآنی بیان اور بائبل کے بیان کا تقابل بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :

"اظہار حقیقت ہے کہ جس حیرت انگیز ایجاز و جامعیت کے ساتھ سورۃ فاتحہ میں توحید الٰہی اور صفاتِ کمالیہ کا بیان آ گیا ہے، اس کی نظیر سے مذاہب عالم کے دفتر خالی ہیں۔ دنیا کے مذاہب اس سے بڑھ کر تو کیا اس کے برابر کی مثال بھی پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ مسیحیوں کو اپنی انجیلی دعا پر بڑا ناز ہے لیکن اول تو اس کا ضعف اسناد بھی خود مسیحی فاضلوں کو مسلّم ہے یعنی اسی کی تحقیق نہیں کہ یہ الفاظ خود حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں بھی؟ پھر چیز جہاں سے بھی آئی ہو یہاں اس کے الفاظ سورۃ فاتحہ کے بالمقابل درج کئے جاتے ہیں۔ ہر منصف مزاج خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ قرآن کی فاتحۃ الکتاب اور اس انجیلی دعا کے درمیان کیا نسبت ہے!"

سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ یہ ہے:

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں جو رحمٰن، رحیم اور روزِ جزا کا مالک ہے۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ہم کو انعام یافتگان کے سیدھے راستے پر چلا۔ زیر غضب اور بھٹکے ہوؤں کے راستے پر نہ چلانا۔

انجیلی دعا[81] یہ ہے:

اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے، تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ ہماری روز کی روٹی ہمیں آج دے اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو ہمارے قرض ہم کو معاف کر اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔

اللہ رب العالمین کی لامحدود وسعت وہمہ گیری کہاں اور آسمان پر بیٹھی رہنے والی بعید، محدود اور مادی تعلق والی باپ جیسی ہستی کہاں! ہمہ گیر صفاتِ رحمانیت، ربوبیت، رحیمیت اور مالکیت کا ذکر کہاں اور زمین پر آسمانی بادشاہت آنے کا ذکر کہاں! خالص توحید پر جو زور قرآنی دعا، منع عبادت غیر و منع استعانت بالغیر میں ہے، انجیل کے دعائیہ کلمات میں اس کا کہیں پتہ تک نہیں۔ انجیل کی دعا میں روٹی کی حد درجہ اہمیت مادیت کی انتہا ہے۔ صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی دعا برائی سے بچنے کی دعا سے بہت بھاری ہے۔[82]

قرآنی اختصار کی بائبل سے تفصیل

مولاناؒ قرآنی اختصار کی بائبل سے تفصیل بھی بیان کرتے ہیں مثلاً یہود کے متعلق فرمان الٰہی "ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ"[83] (یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے) کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اسرائیلیوں کی مسلسل تمرد، سرکشی اور نافرمانی کے تذکروں سے توریت و انجیل دونوں کے صفحات لبریز ہیں۔ سب کے نقل کرنے کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔ دو چار نمونے دیکھتے چلیے :

”انہوں نے خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھے میں اڑادیا اور اس کی باتوں کو ناچیز جانا اور اس کے نبیوں سے بدسلوکی کی۔ یہاں تک کہ خدا کا غضب ایسے لوگوں پر ایسا بھڑکا کہ کوئی چارہ نہ رہا۔“(84)

”تمہاری ہی تلوار پھاڑنے والے شیر ببر کی مانند تمہارے نبیوں کو کھا گئی ہے۔“(85)

”اے اہل یعقوب اور اہل اسرائیل کے سب خاندانو! خداوند کا کلام سنو۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ تمہارے باپ دادوں نے مجھ میں کون سی ناانصافی پائی جو وہ مجھ سے دور بھاگے اور بطلان کے پیرو ہوئے اور آپ باطل ہو گئے۔“(86)

”وہ نافرمان نکلے اور تجھ سے پھر گئے اور انہوں نے تیری شریعت کو اپنی پشت کے پیچھے پھینکا اور تیرے نبیوں کو جو نصیحت دیتے تھے کہ انہیں تیری طرف پھرالائیں، قتل کیا اور انہوں نے کاموں سے تجھے غصہ دلایا“(87)

یہ مختصر، بہت ہی مختصر، اقتباسات عہد قدیم کے نوشتوں سے تھے۔ اب عہد جدید کے نوشتوں کے ایسے ہی مختصر نمونے ملاحظہ ہوں:

”اے گردن کشو اور دل اور کان کے نامختونو۔ نبیوں میں سے کس کو تمہارے باپ دادوں نے نہیں ستایا؟“(88)

”تم اپنی بابت گواہ ہو کہ ہم نبیوں کے قاتلوں کے بیٹے ہیں۔۔۔ دیکھو میں نبیوں، داناؤں اور فقیہوں کو تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ ان میں سے کچھ کو قتل کردو گے اور صلیب پر چڑھاؤ گے۔ کچھ کو اپنے عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر بہ شہر ستاتے پھرو گے۔ تاکہ سب راستبازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا ہے، تم پر آئے۔۔۔ اے یروشلم، اے یروشلم تو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس پہنچ گئے ہیں، انہیں سنگسار کرتی ہے۔“ (89)

غرض توہین انبیاء اور پیمبر کشی کا الزام یہود پر قرآن مجید نے دنیا میں پہلی بار نہیں لگایا ہے۔ ان کی فرد جرم کا یہ عنوان تو قدیم نوشتوں میں موجود چلا ہی آتا تھا۔ قرآن مجید نے محض اس کی تصدیق و توثیق کر دی۔(90)

آیت "لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ"(91) کی وضاحت میں رقمطراز ہیں کہ ان دونوں لعنتوں کا ذکر عہد عتیق کے صحیفہ زبور اور عہد جدید کے صحیفہ متی میں علی الترتیب موجود ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان سے:

”خداوند نے سنا اور نہایت غصہ ہوا۔ اس لئے یعقوب میں ایک آگ بھڑکائی گئی اور اسرائیل پر قہر بھی اٹھا کیونکہ انہوں نے خدا پر اعتماد نہ کیا، اور اس کی قیامت پر اعتماد نہ رکھا۔“(92)

اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی زبان سے :

”غرض اپنے باپ دادوں کا پیمانہ بھر دو، اے سانپو ،اے افعی کے بچو، تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔“[93]

قرآنی الفاظ کی فوقیت واہمیت

مولانا اپنی تفسیر میں اکثر مقامات پر سابقہ کتبِ سماویہ کے مدِّ مقابل قرآنی الفاظ کی اہمیت و فوقیت واضح کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً آیت "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰن"[94] کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ آیت کے اس مقام پر پہنچ کر مومن کے قلب میں ذرا کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ یہ کہنے والی کون سی بات تھی جو قرآن نے فرمادی؟ جب حضرت سلیمان علیہ السلام پیمبر برحق تھے، تو یہ تو کھلی ہوئی اور موٹی سی بات ہے کہ آپ شائبہ کفر وشبہ کفر سے بہ مراحل دور تھے۔ پیمبر کے حق میں یہ نازل ہونا کہ وہ کفر سے بری تھے، یہ تو کچھ ایسی ہی بات ہوئی، جیسے کسی ملک کا بادشاہ یہ فرمان جاری کر کے رعایا کو بتائے کہ ہمارا نائب السلطنت باغی وغدار نہیں ہے، کھٹک بجا ہے۔ قرآن مجید کبھی کوئی چھوٹا سا بیان بھی بے ضرورت نہیں دیتا۔ مگر یہاں قرآن کو اس اعلان کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کا علم سادہ دل مسلمان کو کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا علم تو اس کے ہمہ بین وہمہ دان پروردگار ہی کو ہو سکتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر ماننے والی دو قومیں مسلمانوں سے پہلے بھی ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں وہی ہیں جو اہل کتاب کہلاتی ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ۔ ان دونوں کے اکابر نے ستم ظریفی کا کمال یہ دکھایا ہے کہ ایک طرف تو ان کی عظمت و پیمبری کے قائل ہیں اور دوسری طرف ان کے نامۂ اعمال میں گندے سے گندے جرائم بھی ڈال دیئے ہیں! یہاں تک کہ کفر و شرک بھی! کہ اللہ کی عدالت میں کوئی جرم اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر بھی سنگین تصور میں نہیں آ سکتا۔ یہودی قصص وحکایات اور مسیحی آثار وروایات کی کتابوں کو چھوڑیے۔ خاص الخاص بائبل یعنی عہد عتیق کے صحائف، جن پر یہود و نصاریٰ دونوں کا ایمان ہے، انہیں ملاحظہ فرمایئے کہ اس مجموعہ میں آج تک کیا تصریحات لکھی چلی آ رہی ہیں:

”جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جوروں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا اور اس کا دل اپنے خدا کی طرف سے کامل نہ تھا۔“[95]

یعنی محض غفلت یا عدم اعتناء کی بنا پر عملی کوتاہی یا عصیان نہیں، صریح بدعقیدگی۔ توحید ہی کی طرف سے بے یقینی! آگے اور ملاحظہ ہو:

"سو از بس کہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے برگشتہ ہوا، اس لئے خداوند سلیمان پر غضبناک ہوا کہ اس نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اجنبی معبودوں کی پیروی نہ کرے۔ پر اس نے اپنے خداوند کے حکم کو یاد نہ رکھا۔"(96)

معاذ اللہ۔ خدا کا پیمبر اور کفر و شرک میں مبتلا! کفر از کعبہ برخیز و کجا ماند مسلمانی! دنیا سینکڑوں سال تک، ہزار ڈیڑھ ہزار سال تک، انہی یہودیانہ تحریفات و اختراعات کا شکار ہو کر اس موحد اعظم کو نعوذ باللہ کافر و مشرک سمجھتی رہی۔ یہاں تک کہ قرآن آیا، جو ہر قوم اور ہر زمانہ کے سچے پیمبروں کی عزت و ناموس کا محافظ ہے، اس نے یقین نہ کرنے والی دنیا کے سامنے آکر اعلان کیا کہ سلیمان کو معاذ اللہ کافر کہتے ہو! وہ تو کفر کے قریب تک نہ گئے تھے! قرآن کی صدائے حق فضا میں بلند ہو کر خاموش ہو گئی۔ جن کے کان تھے انہوں نے سنا۔ دنیا اپنے کاروبار میں لگی رہی، پھنسی رہی۔ بائبل والوں نے بائبل کی پرستاری نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ تیرہ، ساڑھے تیرہ صدیاں اور گزر گئیں اور اب قدرتِ حق کا اعجاز دیکھئے کہ اب جو محققانہ و فاضلانہ کتب جوامع و حاویات بائبل ہی کے پرستاروں کے قلم سے نکل رہی اور شائع ہو رہی ہیں وہ تائید اور تصدیق بائبل کی الزام دہی کی نہیں، قرآن کے جوابِ صفائی کی کر رہی ہیں! انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، برطانوی کاوش و تحقیق کا لب لباب ہے، اس کے چودھویں ایڈیشن، ۲/ ۹۵۲ میں مقالہ زیر عنوان سلیمان نکال کر دیکھئے، صاف یہ مضمون ملے گا:

"سلیمان خدائے واحد کے مخلص پرستار تھے"

انسائیکلوپیڈیا بیلیکا، خاص مسیحی فضلاء اور پرستارانِ بائبل کی تحقیق و تدقیق کا ثمرہ ہے۔ اس میں تو یہاں تک ہے کہ بائبل کی جو آیتیں ابھی اوپر نقل ہو چکی ہیں، ان کا حوالہ دے کر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ عبارتیں بعد کو بڑھائی گئی ہیں اور الحاقی ہیں! اور پھر لکھا ہے:

"یہ تو غالباً صحیح ہے کہ سلیمان کی بیویاں متعدد تھیں، اسرائیلی بھی غیر اسرائیلی بھی لیکن انہوں نے نہ تو سب کے لئے قربان گاہیں ہی تیار کرائیں، اور نہ خود خدائے واحد کی پرستش کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کے دیوتاؤں کی پرستش کا تجربہ ہونے دیا۔"(97)

آیت "قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ"(98) (آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی من مانی باتوں پر نہ چلو، جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور راہ راست سے بھٹک چکے ہیں) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو مسیحیت کی ابتدائی تاریخ جانتے ہیں اور خود فرنگیوں کی موجودہ

Biblical Criticism سے پوری طرح واقف ہیں، وہ قرآن مجید کے اس بیان پر عش عش کر جائیں گے۔ چھٹی صدی عیسوی کا ایک عرب امی، لاکھ باخبر و ذہین ہو، ان اہم تاریخی حقائق پر کیسے نظر رکھ سکتا تھا، تاوقتیکہ عالم الغیب والشہادۃ براہِ راست اسے تعلیم نہیں دے رہا تھا۔ مصری شرک یونانیوں میں پوری طرح حلول کر آیا تھا اور بڑے بڑے یونانی فلاسفر اسکندریہ کے مرکز ''عقلیت'' و ''روشن خیالی'' سے مرعوب و متاثر تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم جب شروع شروع میں پھیلی تو انہی یونانیوں میں اکابر یہود (مثلاً فایلو) پہلے ہی سے یونانیوں کے آگے گردن ڈال چکے۔ مسیحیوں نے ان تعلیمات کو بلا تامل قبول کر لیا، اور پھر پولوس (سینٹ پال) نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مذہب اور تمام تر تعلیمات کو مسخ کر کے اسے یونانی شرک کی ایک شاخ ہی بنا دیا۔ آخر میں رہی سہی کسر رومیوں کے مشرکانہ عقائد و خرافات نے پوری کر دی۔ موجودہ مسیحی قوموں کے عقائد و رسوم کثرت سے مصری یونانی اور رومی شرک ہی کی صدائے بازگشت ہیں اور بس۔[99]

قرآن کے معانی کے تعین میں بائبل سے استدلال

مولانا ترجمہ کے الفاظ کے تعین کے لئے بھی بعض مقامات پر بائبل کو مدنظر رکھتے ہیں۔ مثلاً آیت "وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْن "[100] کا ترجمہ ''اور تم ہی ہو گردن کش'' کرتے ہیں اور پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے بائبل سے مثالیں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چند شہادتیں اسی مضمون کی خود توریت سے ملاحظہ ہوں :

''میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔''[101]

''اس لئے کہ تم گردن کش لوگ ہو۔''[102]

''بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ تم گردن کش لوگ ہو۔''[103]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ آیت "وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ"[104] توریت میں ذکر تختیوں کے توڑ ڈالنے کا ہی ہے۔[105]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ "اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً"[106] سے چالیس رات دن مراد ہیں۔ توریت میں ہے:

''اور موسیٰ پہاڑ پر چالیس دن رات خداوند کے پاس رہا۔''[107]

قرآنی احکامات کی تیسیر اور فطرت سے مطابقت

مولانا ان تمام مواقع کی وضاحت کرتے ہیں، جہاں بائبل کی بجائے اسلامی احکام میں تیسیر پائی جاتی ہے اور اسلامی احکام تو ہے ہی آسان کیونکہ فطرت کے عین مطابق ہیں۔

آیت "وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ"[108] کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مشرک قوموں نے اس باب میں جو سختیاں روا رکھی ہیں، ان سے قطع نظر خود توریت کے قانون کا تشدد بھی اس باب میں اپنی مثال آپ ہے۔ توریت کے مطابق عورت اپنے ایام ماہوار کے زمانہ میں خود ہی ناپاک نہیں ہوتی بلکہ جو شخص یا جو چیز بھی اس سے چھو جاتی ہے وہ بھی ناپاک ہو جاتی ہے اور سلسلہ در سلسلہ یہ ناپاکی متعدد ی ہوتی جاتی ہے:

"جو بھی اسے چھوئے گا شام تک نجس رہیگا۔ اور حیض کے دنوں میں جس چیز پر وہ لیٹے گی وہ ناپاک ہو جائے گی۔ لہٰذا جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے لازم ہے اس پر کہ وہ اپنے کپڑے دھوئے اور نہائے۔ وہ شام تک ناپاک رہے گا اور جو کوئی اس چیز جس پر وہ بیٹھتی ہے چھولے تو وہ اپنے کپڑے دھوئے اور نہائے۔ وہ شام تک ناپاک رہیگا اور جس چیز پر وہ بیٹھی ہو خواہ وہ بستر ہو یا کوئی اور چیز، جب بھی کوئی اسے چھوئے گا وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ اگر مرد اسکے ساتھ ہم بستر ہو اور حیض کا خون اسے لگ جائے تو وہ سات روز تک پلید رہیگا اور جس بستر پر وہ لیٹے گا وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔"(109)

آیت "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ"(110) کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ اسلام نے غیر مقاتل کو قتل نہ کرنے پر زور دیا ہے لیکن یہود و نصاریٰ کی مقدس کتاب سے اقتباس ملاحظہ کریں ہے:

"سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ اس کا ہے یک لخت ختم کر، اور ان پر رحم مت کر، بلکہ مرد اور عورت، ننھے بچے اور شیر خوار، بیل، بھیڑ، اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر۔"(111)

خلاصۃ البحث

تفسیر ماجدی اُس دور میں تصنیف کی گئی جب انگریز حکومت کا خوف و ہراس مسلمانانِ برصغیر کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا اور عیسائی مشنری مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں مصروف تھی۔ اسلامی تعلیمات کو دقیانوسی قرار دیا جا رہا تھا۔ دریاباد کے رہنے والے ایک نوجوان عبد الماجد بھی تشکیک کا شکار ہو کر ملحد ہو گئے اور دس سال تک "ریشنلسٹ" کہلاتے رہے لیکن چند مذہبی کتب کا مطالعہ اور چند مذہبی شخصیات کی کوششیں دوبارہ اسلام قبول کرنے پر کارگر ثابت ہوئیں۔ پھر اسی نظریہ کی بنیاد پر انہوں نے تفسیر لکھی تاکہ تشکیک زدہ اذہان اسلام کی طرف واپس پلٹ سکیں اور غیر مسلم، خاص کر نصاریٰ اسلام کی طرف مائل ہو سکیں۔ اس تفسیر میں انہوں نے قدیم مذاہب کے صحیفوں، ان کی مذہبی کتابوں، یہودی اور عیسائی مصنفین کی تصانیف، دورِ جدید کی تحقیقات اور دوسرے مستند و معیاری آثار و شواہد سے اعتراضات، شبہات اور عقل پرستی کی تردید کی اور اہلِ اسلام کی تشفی اور

دینِ اسلام پر دل جمعی کا سامان مہیا کیا۔ اس تفسیر میں انہوں نے متجدّدین اور روشن خیالوں پر نقد کیا اور مستشرقین کی سیاہ کاریوں کو روایت و درایت سے عیاں کیا۔ توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال کیا اور حقائق واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر یقین کی پختہ بنیادیں فراہم کیں۔ قرآن اور کتب سابقہ میں مطابقت اور تقابل کے ذریعے قرآنی الفاظ کی فوقیت کو اجاگر کیا اور یہ ثابت کیا کہ قرآنی احکام ہی قابلِ عمل اور فطرت کے مطابق ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 دریابادی، عبدالماجد، مولانا، آپ بیتی، ص۵۹، مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد، کراچی، 1996ء
2 دریابادی، آپ بیتی ص 27
3 دریابادی، آپ بیتی، ص33
4 دریابادی، آپ بیتی، ص42
5 عثمانی، محمد نسیم، پروفیسر، اردو میں تفسیری ادب، ص312، عثمانیہ اکیڈمک ٹرسٹ، ایس ٹی ۱۰۱ھ ۵ گلشن اقبال، کراچی، 1994ء
6 دریابادی، آپ بیتی، ص254
7 دریابادی، آپ بیتی، ص248
8 دریابادی، آپ بیتی، ص249
9 دریابادی، آپ بیتی، ص257
10 مولانا عبد الماجد دریا بادی کی اردو اور انگریزی کی تفسیری خدمات، ص 71، تحقیقات اسلامی، جلد: 10، شمارہ: 2، اپریل۔جون 1991ء
11 مولانا عبد الماجد دریا بادی کی اردو اور انگریزی کی تفسیری خدمات، ص81، تحقیقات اسلامی، جلد: 10، شمارہ: 2، اپریل۔جون 1991ء
12 قرآن مجید کی تفسیریں: چودہ سو برسوں میں، ص346، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، 1995ء
13 دریابادی، آپ بیتی، ص390
14 شاہد علی، سید، ڈاکٹر، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ص50، کتابی دنیا، دہلی۔6، انڈیا، 2001
15 قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برس میں، ص348
16 فراقی، تحسین، ڈاکٹر، عبدالماجد دریا بادی: احوال و آثار، ص 427، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2006
17 فراقی، تحسین، ڈاکٹر، عبدالماجد دریا بادی: احوال و آثار، ص613
18 النساء4: 48
19 دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، ص229، پاک کمپنی، ۱۷۔اردو بازر، لاہور
20 الانعام6 : 28

21 دریابادی، تفسیر ماجدی، 326
22 دریابادی، آپ بیتی، ص296
23 النساء4: 6
24 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص213
25 البقرۃ2: 13
26 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص11
27 الانعام6:57
28 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص333
29 القصص28: 38
30 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص807
31 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص6
32 فراقی، تحسین، ڈاکٹر، عبد الماجد دریابادی: احوال وآثار، ص457
33 مولانا عبد الماجد دریابادی کی اردو اور انگریزی کی تفسیری خدمات، ص82، تحقیقات اسلامی، جلد: 10، شمارہ: 2، اپریل جون1991
34 عثمانی، محمد نسیم، ڈاکٹر، اردو میں تفسیری ادب، 315
35 النساء ۴: 157
36 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص263
37 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص288
38 الفاتحہ1: 7
39 کتابِ مقدّس، خروج23: 10 نیو اردو بائبل ورزن (NUBL)، انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی، یو ایس اے2005ء
40 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص5
41 البقرۃ2: 76
42 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص40
43 البقرۃ2: 187
44 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص92
45 البقرۃ2: 216
46 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص111
47 البقرۃ2: 83
48 خروج20: 5-2
49 استثناء5: 7
50 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص42
51 متی4: 10
52 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص172

53 متی4: 11؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص319
54 البقرۃ47
55 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص26
56 المائدۃ41
57 استثناء16: 18
58 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص292
59 آل عمران3
60 لوقا1: 5؛دریابادی، تفسیر ماجدی، ص163
61 المائدۃ18
62 خروج4: 22
63 استثناء14: 1
64 ہوسیع11: 1
65 یوحنا1: 21
66 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص280
67 طہ49
68 خروج5: 2؛ دریابادی، تفسیر ماجدی، 668
69 آل عمران93
70 پیدائش9: 3؛دریابادی، تفسیر ماجدی، 179
71 طہ46
72 دریابادی، تفسیر ماجدی، 667
73 البقرۃ171
74 یسعیاہ44: 18
75 الاعراف 179
76 ا:۳ دریابادی، تفسیر ماجدی، ص405
77 البقرۃ178
78 احبار44: 17
79 احبار44: 21
80 احبار24: 20؛دریابادی، تفسیر ماجدی، ص87
81 متی6: 13
82 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص5
83 البقرۃ61
84 ۲۔تواریخ36: 16
85 یرمیاہ2: 30

86 یرمیاہ2: 4
87 نحمیاہ6: 26
88 اعمال7: 51
89 متی:23،29
90 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص34
91 المائدۃ78
92 زبور78: 23
93 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص305
94 البقرۃ102
95 ا۔سلاطین11: 4
96 ا۔سلاطین11: 9
97 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص50
98 المائدۃ77
99 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص305
100 البقرۃ: 83
101 خروج32: 9
102 خروج33: 3
103 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص42
104 الاعراف: 150
105 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص203
106 البقرۃ: 51
107 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص28
108 البقرۃ: 222
109 احبار15: 19 دریابادی، تفسیر ماجدی، ص116
110 البقرۃ: 216
111 ا۔سموئیل15: 2؛دریابادی، تفسیر ماجدی، ص110